سوال

(268) خاوند کا چار سال سے مفقود الخبر ہو جانا.. الخ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک لڑکی شادی شدہ ہے اور عرصہ چار پانچ سال سے اس کا خاوند مفقود الخبر ہے آیا لڑکی مذکورہ کا نکاح ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

چار سال بعد حسب فتویٰ عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی فیصلہ ہے فقہ کی معتبر کتاب رد المختار میں لکھا ہے۔ کہ بوقت ضرورت اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (13 مئی 34ء)

شرفیہ

یہ صحیح ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ یہی ہے کہ مفقود الخبر کی زوجہ چار سال گزار کر پھر عدت وفات گزار کر نکاح ثانی کرے۔ مگر یہ چار سال کب سے گزارے جب سے مقدمہ حاکم کے پاس لے جائے۔ جب سے چار سال گزارے اس سے قبل کا اعتبار نہ ہوگا۔ جیسے عام لوگ بلا تفصیل فتوے دے دیا کرتے ہیں۔

قال عبد الرزاق اخبرنا الثوري عن يونس بن خباب عن مجاهد عند التقليد الذي افتقد قال دخلت الشعب فاستهوتني الجن فمكثت اربع سنين منذر رفعت امرها اليه الحديث ورواه ايضا ابن ابي شبة (التلخيص الجبير ص ٣٢٩ ج ٢)

مذاکرہ علمیہ قابل توجہ علماء ابرار

(متعلق نکاح زوجہ مفقود الخبر) از جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی

جوں جوں لوگوں کے اخلاق وعادات بگڑتے جاتے ہیں۔ تمدنی معاملات اور خانگی تعلقات کی صورت بھی بگڑ جاتی ہے۔ دماغی روشنی اور علمی ترقی تو بے شک ہمت ہے لیکن عملی حالات جن کا مدار قلبی صلاحیت پر ہے بہت پستی میں ہے۔ خصوصا مسلمان جس نے زمانہ شناسی اور مصلحت بینی کے ساتھ ہی اپنی مذہبی حالت کو بھی کمزور کر دیا ہے۔ اخلاق بہت گر

گئے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ اپنے بعثت کے مقاصد میں سے بڑا مقصد یہ قرار دیتے ہیں۔ کہ میں مکارم اخلاق کے پورا کرنے کےلئے مبعوث کیا گیا ہوں اور نیز فرماتے ہیں۔ خیر کم خیر کم لاھلہ (ترمذی) یعنی تم میں کا بہتر وہ ہے جو اپنے اہل سے نیک سلوک کرتا ہے۔ اور نیز بقر عید کے دن مقام منی میں جو خطبہ مجمع عام میں آپ نے پڑھا تھا۔ اور آپ کا یہ آخری وعظ تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا تھا۔ استوصوا بالنساء خیرا (بخاری) یعنی میری نصیحت کو جو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے متعلق سے دل سے قبول کرے۔ اور نیز فرمایا۔

ان من اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم نسائہ (ترمذی)

''یعنی کامل الایمان مومنوں سے وہ ہے۔ جو اخلاق میں اچھا ہے۔ ااور تم میں کے بہتر وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہیں۔''

اس تمہید کے بعد معروض ہے کہ زمانہ کی ایسی بُری حالت کے وقت بعض ناعاقبت اندیش بے غیرت اورنااہل لوگ اپنی جوان بیویوں کو چھوڑ کر ایسے روپوش ہوجاتے ہیں کہ نہ تو کبھی خرچ بھیجتے ہیں اور نہ خط لکھتے ہیں اور کسی ایسے دور دراز علاقے میں چلے جاتے ہیں۔ جہاں سے ان کی کوئی بھی خبر زندگی یا موت کی نہیں آتی اور بعض ان دوسرے علاقوں میں ہی نکاح کرکے وہیں کے ہو بیٹھتے ہیں۔ ان کی کسمپرسی بیویاں تنہائی اور فقر وفاقہ سے ایسی تنگ آجاتی ہیں۔ کہ ''پناہ خدا'' بعض وقت عصمت کو بھی داغ لگ جاتا ہے۔ اور بہت بُرے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ خاکسار کے پاس جس قدر معاملات بذریعہ عدالت یا بطور خود رجوع لاتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ طلاق ثلاثہ اور مفقود الخبری کے واقعات ہوتے ہیں۔ جس سے دل پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔ کہ مسلمان عورتوں کے حق میں بہت کچھ فروگزاشت کرتے ہیں۔

اس بارے میں حنفی مذہب کا جو عام فتویٰ ہے خود متاخرین حنفیہ نے اس کی مشکلات کو تسلیم کرکے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر فتویٰ دینا جائز قرار دے دیا ہے۔ بلکہ علامہ عبد الحئی صاحب مرحوم نے تو یہاں تک لکھا دیا ہے۔ کہ ازروئے تحقیق بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب قوی ہے۔ (عمدۃ لرعایہ) لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ زمانہ کی حالت ایسی نازک ہوگئی ہے اور میرے پاس ایسے واقعات بھی آئے ہیں۔ کہ ان میں چار سال بھی ایک ناقبل برداشت مدت مدید نظر آئے لہذا علمائے راسخین کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ حالات زمانہ پر نظر کرکے اور نصوص شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر اس مسئلہ پر نظر ڈالیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ کہ عورت چار سال کے انتظار کے بعد چار مہینے اور دس دن عدت کے گزار کر نکاح ثانی کرلے۔ فتویٰ دائمی تھا۔ یا بناء برحالت زمانہ اقتضادی تھا۔ کیا ہر واقعہ میں چار سال کی میعاد ضروری ہے۔ یا مفوض ہے۔ الی رای الامام اور موقوف ہے علی مصلحۃ الوقت (بینوا توجروا)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے عہد سعادت مہد میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا جس سے آپ ﷺ کا خصوصی حکم معلوم ہوجائے۔ جہاں تک میری نظر ہے سب سے پہلا واقعہ تمیم داری کا ہے۔ جس کی بیوی کی نسبت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا حکم دیا۔ اس امر کا علم کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم اپنے اجتہاد سے دیا۔ یا آپ ﷺ کی سنت سے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو ہوگا لیکن اس کی تصریح آپ سے منقول نہیں کہ آپ اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کچھ سنا تھا۔ اور نہ کسی دیگر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بابت کوئی حدیث سنائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا قول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے مختلف ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ورنہ اختلاف اٹھ جاتا اور بروایت دار قطنی جو حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مرفوعا مروی ہے۔ وباتفاق محدثین غیر ثابت وضعیف ہے (بلوغ وسبل) پس جب اس امر کی تصریح نہ قرآن مجید میں ہے۔ ااور نہ زمان نبوی ﷺ میں کوئی ایسا واقعہ ہوا۔ اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اور مذاہب مجتہدین اس میں مختلف ہیں۔ اور زمانہ سلف میں اس امر میں کسی ایک قول پر اجماع بھی نہیں ہوال۔ تو دلائل اربعہ میں سے صرف قیاس باقی رہ گیا۔ سو اس کی رو سے کسی خاص میعاد کا تقرر حکم شرعی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ نے زوجات کے متعلق فرمایا ہے

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا ۔ 231 ۔ سورة البقرة

نیز فرمایا۔

فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ 229 سورة البقرة

نیز فرمایا۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۱۹ سورة النساء

نیز فرمایا

فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۱۲۹ سورة النساء

نیز فرمایا۔

وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۳٤ سورة النساء

ان آیات سے امور زیل ثابت ہوتے ہیں۔

الف۔ زوجات کے متعلق صرف دوصورتیں جائزہیں۔ 1۔ امساک بالمعروف۔ یعنی نیک سلوک سے عورت کو گھر میں بسانا 2۔ یا تسریح باحسان۔ یعنی بغیر ضرر پہنچائے نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

ب۔ تیسری صورت معلقہ کی ہے۔ سو ممنوع ہے۔ وہ یہ ہے کہ نا آباد کرے۔ نا آذاد کرے۔

ج۔ جس امساک میں عورت کو ضرر ہے وہ ممنوع ہے۔

د۔ مرد کی قواست (سرداری) کے وجوہ میں سے ایک نفاق مال ہے۔

مفقود کی بیوی کا امساک پر ضرر ہے۔ اس کی حالت معلقہ کی ہے۔ اس کے نفقہ کا کوئی زمہ دار نہیں ہے۔ لہذا اسے مفقود کے حق میں دائمی طور پر بیٹھے رہنے کا حکم شریعت محمدی جو عین فطرت کے مطابق اور نہایت مناسب حالت اور با مصلحت اور آسان ہے۔ نہیں دے سکتی اوصاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زوجین کی آبادی میں عشرت بالمعروف مقصود رکھی ہے۔ اور ضرر کو پسند نہیں فرمایا پس عورت کی حالت پر نظر کرکے لحوق ضرر کا لحاظ ضروری ہے۔ جس کےلئے کوئی مدت مقرر نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ عورت مرد کی خصوصیت کے وقت مرد کی عورت سے علیحدہ رہنے کی قسم کھالینے میں زیادہ سے زیادہ مدت جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ وہ چار مہینے ہے جس کی بناء طبع تقاضے پر معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد بُرے نتائج کا اندیشہ ہے۔ اسی لئے بعض آئمہ نے ایسے شخص کے حق میں بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ جو اپنی عورت سے بہ نیت ضرر الگ رہے۔ اگرچہ قسم نہ کھائی ہو کہ اچار مہینے کے بعد اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ یا اسے مجبور کیا جائے گا۔ کہ عورت کے پاس جاوے یا اسے طلاق دے دے۔ چنانچہ شرح خمسین میں بذیل حدیث لاضرر ولاضرار علامہ ابن رجب فرماتے ہیں۔

ومنها فی الایلا فن اللہ جعل مدة المولی مدة الربعه اشهر اذا حلف الرجل علی امتناع وطی زوجه فانه یضرب له مدة الربعه اشهر فان فاء ورجع الی الوطی کان ذالک توبة وان اصر علی الامتناع لم یکن من ذلک ثم فیه قولان للسلف والخلف احدیما انها تطلق علی بمضی هذي المدة الربعة اشهر فقال کثیر من اصهابنا حکمه حکم المولی فی زالک وقالوا هز ضاهر کلام احمد وکذا قال جماعة منهیم اذا ترک الوحی اربعه اشهر بغیر عذر ثم طلب صح الفرقة فرق بینها بناء علی انا لوطی عندنا فی هذه المدة واجب والخلفوا هل یعتبر لذالک قصد الاضرارا هم لا یعتنز ومذهب مالک وصحابه اذا ترک الوطی من غیر عذر فانه یفسخ نکاهه مع اختلافیم فی تقدیرة المدة ولوالطال االسفر من غیر عذر طلبت امراته قدرمه فابی فقال مالک واحمد واسحاق یفرق الحاکم بینها وقدره احمد بسنة اشهر واسحاق بمضی سنین (صفحة 320 شرح خمسین حدیث)

اور بعض ضرر ایلاء کے متعلق ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ضرر دور کرنے کے لئے مولی کی مدت چار مہینے مقرر کی ہے۔ یعنی جب کہ کوئی آدمی اپنی عورت سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے تو اس کے لئے چار مہینے کی مدت مقرر کی جائے۔ اگر اس مدت میں قسم سے رجوع کر کے وطی کرلے تو یہ اس کی توبہ ہوجائے گی۔ اور اگر ترک وطی پر قائم رہے تو اسے زیادہ موقع نہیں دیا جائے گا۔ اس امر میں علمائے سلف اور خلف کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ عورت بمجرد اس مدت گزرنے کے آزاد ہوجاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ معاملہ اس امر پر موقوف کررکھا جائے۔ اگر مرد باز آجائے تو بہتر ورنہ اسے طلاق کا حکم کیا جائے۔ اور اگر عورت کو ضرر پہنچانے کے ارادے سے بغیر قسم کھانے کے چار مہینے کی مدت تک صحبت ترک کیے رکھے تو ہمارے بہت سے اصحاب احناف کا قول یہ ہے کہ اس کا حکم بھی مولی (قسم کھانے والے) کا حکم ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ظاہر رخ یہی ہے۔ اور اسی طرح ان میں سے بہت سے علماء نے کہا ہے کہ جب مرد بغیر عذر کے چار مہینے کی مدت تک وطی ترک کئے رکھے۔ اس کے بعد عورت جدائی طلب کرے۔ تو ان دونوں میں جدائی کر دی جائے۔ اس بناء پر کے ہمارے نزدیک اس مدت میں صحبت واجب ہے۔ لیکن اس امر میں اختلاف ہے۔ کہ مقصد بضرر کا کا اعتبار کیا جاوے۔ یا نہ کیا جاوے۔ اور اامام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا یہ مذہب ہے۔ کہ اگر بغیر عذر کے وطی ترک کردے تو اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ لیکن مدت کے اندازے میں اختلاف ہے۔ اور اگر بغیر عذر کے مرد سفر بہت مدت رہے اور اس کی عورت اس کو گھر پر آنے کی بابت کہے اور وہ انکار کرے۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ حاکم وقت ان پر تفریق کردے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تو چھ مہینے کی مدت کہی ہے۔ اور امام اسحاق نے دو سال۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ طبع تقاضے کا لحاظ کر کے آئمہ کرام کی نظر مدت مدید پر نہیں پڑی ورنہ یہ سب صورتیں زوجہ مفقود الخبر کی نسبت سہل اور قابل برداشت ہیں۔ مقدمہ نکاح میں ہی ایک مثال جس میں امور مذکورہ بالا ملحوظ ہیں زوجہ معسر ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے۔

امراتک ممن تعول اطعمنی وو الا فارقنی

یعنی ''تیری بیوی تیرے عیال میں سے ہے۔ جو (بزبان حال وقال) کہتی ہے۔ مجھے کھانے کو دے ورنہ چھوڑ دے۔''

نیز وارد ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل لایجد ما ینفق علی امراتہ قال یفرق بینھما (منتقی)

یعنی ''آپ ﷺ نے ایسے شخص کے حق میں جو اپنی عورت کے نفقہ ادا نہ کر سکتا ہو یہ فرمایا کہ ان میں جدائی کرادی جائے۔''

نیل الاوطار میں بزیل حدیث اول کہا ہے۔

استدلال بہ وبحدیث ابی ہریرہ الاخر علی ان الزوج ازا عسر ان نفقہ امراتہ اختارت فراقہ فرق بینھما والیہ ذہب جمہور العلماء کما حکاہ فی الفتح الباری

یعنی اس حدیث سے اور دوسری حدیث سے جو ابوہریرہ مروی ہے۔ اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ کہ جب خاوند اپنی عورت کے نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور عورت طلاق کی طلب گار ہو تو ان میں جدائی کردی جائے۔ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے جیسا کہ حافظ صاحب نے فتح الباری میں زکر کیا ہے۔ اس کے بعد امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف علماء کا زکر اور ہر ایک کی دلیل وجواب کا بیان کر کے کہا ہے۔

وظاہر الادلۃ انہ یثبت الفسخ للمراہ بمجرد وجدان الزوج لنفقتھا بحیث یحصل علیھا ضرر من ذالک

یعنی دلائل سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بمجرد اس کے کہ خاوند عورت کا خرچ ادا کرنے سے عاجز ہو عورت کو ضرر پہنچنے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔

مفقود کی زوجہ کو معسر کی زوجہ پر قیاس کرنا صحیح بلکہ اولیٰ ہے لہذا اس کی نسبت بھی عورت کے مطالبہ کے وقت فسخ کا حکم دیا جاسکتا ہے اور انتظار کے لئے کوئی خاص میعاد ضروری

معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ شریعت نے اس کے متعلق کوئی قید نہیں لگائی۔ جب شریعت سمحہ سے اعسار کے وقت جب خاوند موجود بھی ہے اور عورت کو اس سے بعض حقوق حاصل بھی ہیں۔ فسخ نکاح کا حکم دیا ہے۔ تو مفقود کی بیوی اس حکم کی زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ اس کو اس نام نہاد خاوند سے کوئی بھی فائدہ نہیں۔ اور اس کی عدم موجودگی سے اسے سخت ضرر پہنچتا ہے۔ اور اس کی صورت معلقہ کی ہے۔ کہ نہ آباد ہے نہ آزاد۔ اس طرح سبل السلام میں اس کو جو ہم نے تحقیق کیا ہے۔ ترجیح دی ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

وقال الامام یحی لاوجہ التربص لکن ان ترک لہا الغائب مایقوم بہا فہو کالحاضر اذلم یفتہا الا الوطی وہو حق لہ لہا رالا فسخہا الحاکم عند مطالبتہا من دون انتضار لقولہ تعالیٰ ولا تمسکوہن ضرارا ولحدیث لاضرر فی السلام والحاکم وضع لوفع المضارۃ فی الایلا الظہار وہذا بلغ والفسخ مشروع بالعیب ونحوہ قلت وہذا اہسن الاقوال وما سلف عن علی رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اقوال موقوفۃ وفی الارشاد لابن کثیر عن الشافعی بسندہ الی ابی الرتاد وقالت سالت سعید بن لمسیب عن الرجل لایجد ما ینفق علی امراتہ قال یفرق بینہا قلت سنۃ قال قال اشافعی الذي یشبہ ان قول سعید سنہ ان یکون سنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وطول فی الکلام فی ہذا فی حواشی ضوء النہار واخترنا لافخ بالغیبۃ اوبعدم قدرہ الزوج علی الانفاق (سبل لسلام جلد ثانی ص ۱۱۷)

اما یحییٰ کا قول ہے۔ کہ انتظار کی کوئی وجہ نہیں لیکن گم شدہ خاوند اپنی عورت کے لئے کچھ مال جس سے وہ گزارہ کرسکے چھوڑ گیا تو گویا وہ حاضر ہی ہے کیونکہ عورت کا کوئی بھی فائدہ سوائے وطی کے گم نہیں ہوا اور وطی مرد کا ہے۔ نہ کہ عورت کا اور کچھ نہیں چھوڑ گیا تو حاکم وقت عورت کے مطالبہ پر بغیر انتظار کے نکاح فسخ کردے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا "اور عورتوں کو ضرر دینے کے لئے بند نہ رکھو" اور نیز حدیث میں ہے۔ اسلام میں ضرر دینا جائز نہیں۔ اور حاکم تو ایلا و اظہار وغیرہ میں دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ معاملہ تو ان صورتوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور فسخ نکاح کسی عیب کے سبب سے بھی جائز ہے۔ اور اسی طرح دیگر وجوہ سے بھی (صاحب السلام کہتے ہیں۔) میں کہتا ہوں یہ قول یعنی امام یحیٰ کا بہت بہتر ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قول اوپر گزر چکے ہیں۔ وہ سب موقوف ہیں۔ اور ابن کثیر کی کتاب الارشاد میں لکھا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے سند کو ابو لرتاد تک پہنچا کر ابو الرتاد نے کہا میں نے سعید بن مسیب تابعی سے کہا۔ اس شخص کی بابت پوچھا جو اپنی عورت کے لئے نفقہ کے لئے کچھ بھی نہ رکھتا ہو تو انھوں نے کہا کہ دونوں میں تفریق کرادی جائے۔ میں نے پوچھا کیا یہ حکم سنت ہے۔ تو حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہاں سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سعید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ یہ حکم سنت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی مراد اس سے سنت نبی کریم ﷺ ہے۔ اور ہم نے حواشی ضوء النہار میں اس مسئلہ پر طویل کلام کیا ہے۔ اور ہم نے حکم نسخ کو ایک تو خاوند کی غیر حاضری کے سبب اور ایک انفاق پر قادر نہ ہونے کے سبب اختیار کیا ہے۔

امام یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں کم فسخ بغیر انتظار تو موافق حکم زوجہ معسر ہے لیکن حق وطی کو جو صرف مرد کے متعلق کیا ہے۔ اور اس پر فسخ کا حکم نہیں لگایا تیجہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ زوجہ مجنون و مجزوم کے لئے بھی عند المطالبہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں صورتوں میں مال و وطی دونوں ہوسکتے ہیں۔ اگر مرد کے حق وطی کے یہ معنی کیے جاویں۔ کہ مرد کی طلب پر عورت کو گنجائش انکار نہیں اور عورت کی طلب پر مرد پر تعمیل ضروری نہیں تو یہ درست ہے۔ لیکن یہ ہرگز درست نہیں کہ مدت المر مرد اپنی عورت سے تعلق زن و شوہر جو اصل مقصود اور ذہن میں بالطبع مہود ہوتا ہے نہ رکھے۔ تو اس پر بھی مرد قصور وار نہ قرار نہ دیا جائے۔ حدیث

ان لزوجک علیک حقا اوکما قال

اس عورت کو حق کے لئے صاف ثابت کررہی ہے۔ اور اس حدیث کے معنی سوائے حق وطی کے اور کچھ بھی نہیں ہوسکتے۔ پس جب مفقود کی بیوی کو دونوں فائدے حق وطی اور حق نفقہ حاصل نہیں تو ان کا نکاح فسخ کردینا بالکل درست ہے ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے صبر کرکے بیٹھی رہے اور طالب فسخ نکاح کی نہ ہو تو اسے اختیار ہے لیکن اگر وہ فسخ کی طالب ہو اور نکاح ثانی کی درخواست کرے۔ اور اس کی حالت زار اس کی درخواست کی منظوری کی خاص سفارش کرتی ہو۔ تو سوائے فسخ کے کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ دین میں تنگی ہے نہ عسر ہے۔ مفقود نے اپنا حق ان حقوق کے ادا کرنے سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے زمے کیے تھے۔ خود زائل کیا ہے۔

حضرت شیخ الوقت مجتہد العصر حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ بھی اذالہ الخفا میں مفقود کی حالت کے قیاس کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

والاوجہ عندي ان الفقود لہ وجہان یدخل بہلہا لہ فی عمومات الشرع احدہما انہ فوت الامساک بالمعروف فوجب علیہ التسریح بالاحسان فلما ان قصر فی التسریح تاب الشرع عنہ کما ینوب القاضی فی بیع مال لباطل وثا نیہما انہ میت فی ظاہر الحال ونحن نحکم بالظاہر (الزالۃ الخفاص ص ۱۱۶ مقصد دوم)

میرے نزدیک یہی زیادہ مناسب ہے۔ کہ مقصود دووجہ سے عمومات شرع کے ضمن میں آسکتا ہے ایک یہ کہ اس نے امساک بالمعروف فوت کردیا پس تسریح بالاحسان اس پر واجب ہے۔ لیکن چونکہ وہ طلاق دینے سے (بہ سبب غیر حاضری کے) قاصر ہے۔ اس لئے شرع اس کی طرف سے (طلاق دینے میں) نائب ہوجائے گی۔ جیسے قاضی نائب ہوجایا کرتا ہے۔ اس شخص کا مال فروخت کردینے میں جو قرض کے ادا کرنے میں دیر لگائے دوسری یہ کہ وہ مفقود ظاہر حال میں میت ہے۔ اور ہم ظاہر پر حکم کرنے کے مکلف ہیں۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مجنون کی بیوی اور معسر کی بیوی کو اس کی نظائر کہا ہے۔

نظر بریں ہماری ناقص سمجھ میں یہی آتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ کوئی دائمی حکم نہیں۔ بلکہ حالات زمانہ کے تحت اقتصادی تھا۔ اس وقت اتنی مدت خبر کے نہ ملنے کے لئے جانی گئی تھی۔ لیکن اس وقت چار سال ایک مدت مدید ہے۔ اس کے اندر بھی کامل وثوق مفقود الخبری کا ہوسکتا ہے۔ لہذا وجوبا چار سال کا انتظار کرا کے بے کس لطیف چیز کو تکلیف دینا مقرون بمصلحت نہیں علماء راسخین سے امید ہے۔ کہ اس مسئلے پر تحقیقی نظر ڈال کر میری تایئد یا اصلاح کردیں گے۔ (میں ہوں آپ کا تابعدار سیالکوٹی۔ 18 جنوری 1915ء)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

[فتاویٰ ثنائیہ امرتسری]

جلد2 ص260

محدث فتویٰ